قیام توحید کیلئے غیرت

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ولایت میں احمدیہ مسجد بنانے کے متعلق ۷ ر جنوری ۱۹۲۰ء کو بعد نماز عصر حسب ذیل تقریر فرمائی)

حضور نے تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

انسانی پیدائش میں فطرتی باتیں

انسان کی پیدائش میں خدا تعالیٰ نے بعض باتیں ایسی رکھی ہیں کہ گو ان کو رسم و رواج اور عادات کئی کئی طرز پر ڈھال دیتے ہیں مگر ان کی اصلیت نہیں بدل سکتی۔ مثلاً غصہ ہے یہ ایک فطرتی امر ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عیسائی کو کسی اور امر پر غصہ آئے۔ پس یہ تو ممکن ہے کہ ہر قوم کے شخص کو مختلف وجوہ پر غصہ آئے لیکن یہ نہیں کہ غصہ بعد میں پیدا کیا جاتا ہو۔ کوئی فلسفہ ثابت نہیں کر سکتا کہ غصہ بعد میں پیدا ہوتا ہے یا سکھایا جاتا ہے۔ ہاں تعلیم اور مختلف اثرات کے ماتحت غصہ کا مقام بدل جاتا ہے۔ ایک مسلمان کو اُس وقت غصہ آئے گا جب اللہ کو بُرا کہا جائے۔ ایک عیسائی کو غصہ آئے گا مگر اس وقت جب خدا کے بیٹے کی شان میں کچھ بُرے الفاظ کہے جائیں۔ ایک ہندو کو اللہ کے لفظ پر غصہ نہ آئیگا۔ بلکہ بعض اوقات کوئی بُری طبیعت کا ہندو اللہ کو بُرا کہہ جائیگا مگر اس کو اس وقت غصہ آئے گا جب برہما، شو وغیرہ ناموں کو بُرا کہا جائے۔ اسی طرح ایک مسلمان کو اس وقت غصہ آئیگا جب بیت اللہ کو گالی دی جائے لیکن ایک ہندو کو بیت اللہ کے بُرے کہے جاتے وقت بُرا معلوم نہ ہوگا۔ ہاں جب بنارس کی ہتک کی جائے تب اس کو جوش آئے گا۔ مگر ایک عیسائی کا غصہ ان دونوں سے علیحدہ ہے وہ نہ بیت اللہ کو بُرا کہنے سے ناراض ہوتا ہے نہ بنارس کو۔ بلکہ اس کو اس وقت غصہ آتا ہے

جب ناصرہ کو بُرا کہا جاتا ہے۔ مگر ایک یہودی کو اس وقت طیش آتا ہے جب یروشلم کو بُرا کہا جائے دیکھو غصہ میں فرق نہیں۔ غصہ سب کو آتا ہے۔ مگر غصہ کے آنے کے مقامات میں اختلاف ہے۔ غصہ کے آنے میں افریقہ کے حبشی اور انگلستان، امریکہ کے سفید منہ والے دونوں برابر ہیں۔ مگر ان سب کو ایک ہی بات پر غصہ نہیں آتا بلکہ ان کو غصہ آنے کے مقامات علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک ہندو ایک بکرے کو ذبح ہوتا دیکھ کر رحم کھاتا ہے۔ مگر ایک مسلمان بکرے کو ذبح ہوتا دیکھ کر رحم کے جذبہ سے متأثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اس کو اپنی خوراک خیال کرتا ہے اور ایک قاعدہ جاریہ خیال کرتا ہے لیکن ایک ہندو ایک جانور کو ذبح ہوتے دیکھ کر رحم کھائے گا۔ مگر ایک مسلمان کو اس جرم پر مارتے ہوئے اس کے دل میں رحم پیدا نہ ہوگا۔ پس عادت، رسم و رواج اور تعلیم وغیرہ رحم کی تعلیم نہیں کرتے کیونکہ وہ فطرتی جذبہ ہے ہاں یہ باتیں رحم کے مقام کی تعلیم کرتی ہیں۔ پس رحم فطرتی امر ہے لیکن رحم کے مقام فطرتی امر نہیں مثلاً ایک شخص عیسائی ہو جائے یا مسلمان ہو جائے۔ تو پہلے جن باتوں کی ہتک سے اس کو غصہ یا جن چیزوں پر ظلم اس کے رحم کو کھینچتا تھا اس میں فرق آکر اس کے مقام بدل جائیں گے۔

جذبۂ غیرت

ان فطرتی جذبات میں سے ایک امر غیرت بھی ہے۔ فلسفی کہتے ہیں کہ غیرت سکھائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ بعض علاقے اس قسم کے ہیں کہ وہاں بہن کی شادی بھائی سے ہو جاتی ہے مگر غیرت کے متعلق ان کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ غیرت کا مقام سکھایا جاتا ہے اور ہر جگہ غیرت کے اظہار کے لئے جُدا جُدا مقام ہوتے ہیں بعض لوگ عزت و ناموس کے لئے غیرت مند نہیں ہوتے۔ بعض مال کے لئے ہوتے ہیں، بعض مال کی پرواہ نہیں کرتے مگر ملکوں کے لئے مرتے ہیں۔ ان کی عزت و آبرو جائے، ننگ و ناموس مٹے تو مٹے، مگر وہ اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے کہ کوئی شخص ان کے ملک کی زمین کے چپہ پر بھی قابض ہو۔ مگر ایک اور لوگ ہوتے ہیں جن کو مال و عزت، ننگ و ملک کے لئے کوئی غیرت نہیں ہوتی۔ البتہ وہ تجارت پر جان لڑا دیتے ہیں۔ یورپ کے وہ فلسفی اس نکتہ کو نہیں سمجھتے جو کہتے ہیں کہ یہ جذبات پیدا کئے جا سکتے ہیں اور غیرت وغیرہ سکھائی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ باتیں ہر قوم میں فطرتاً پیدا شدہ ہوتی ہیں مگر ان کے مقامات سکھائے جاتے ہیں۔ پس یہ اُمور فطرتی ہیں اور ان کے استعمال نسبتی امور ہیں۔ ہاں تو غیرت جو ایک فطرتی جذبہ ہے کئی رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ جو چیز جس کو محبوب ہوتی ہے، وہ اسی کے لئے غیرت دکھاتا ہے ایک دلیر اور شجاع کو مال کے چوری ہو جانے، زراعت کے برباد ہونے، تجارت کے خراب ہونے سے غیرت نہیں آئیگی۔ مگر جب وہ میدان جنگ میں جائیگا تو اس کی غیرت جوش میں آئیگی اور اس سے

شجاعت کے کام کرائیگی۔ ایک دوسرا شخص ہے جسے مال سے محبت ہے وہ اس کے لئے غیرت دکھائے گا۔ ایک اور شخص ہے جو تجارت سے دلچسپی رکھتا ہے جب وہ کسی کو تجارت میں اپنے سے بڑھتا دیکھے گا تو وہ اس سے بڑھنے کے لئے نقصان گوارا کر کے آٹھ آنے کی چیز کو چار آنے پر فروخت کر دیگا۔ تو غیرت ایک فطرتی بات ہے گو اس کے استعمال کے مقام علیحدہ علیحدہ ہیں اور ہر ایک مذہب اور ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک میں اس کے ظاہر ہونے کے جُدا جُدا مقام ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض ملک ننگ و ناموس کی پرواہ نہیں کرتے۔ مثلاً یورپ میں اس کی کچھ چنداں پرواہ نہیں کی جاتی۔ اگر کوئی ایسا واقعہ ہو تو عدالت میں چارہ جوئی کرنے پر عدالت چار سو یا پانسو روپیہ دلوا دیگی۔ گویا اس ننگ و ناموس کی خرابی کا معاوضہ مل گیا۔ مگر ہمارے ملک میں جان دینا اور لینا اس معاملہ میں لوگ ایک معمولی بات خیال کرتے ہیں۔ تو یورپ کے لوگ ننگ و ناموس کی اسقدر قیمت نہیں لگاتے جتنی ایشیائی۔ البتہ ملک پر وہ لوگ جان دیتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کو ملک سے زیادہ لگاؤ ہے۔

مسلمان کی غیرت

مگر ایک مسلم کے لئے ایک مذہبی آدمی کے لئے مذہب غیرت کی چیز ہے۔ اس کو جب غیرت آتی ہے تو مذہبی معاملہ میں غیرت آتی ہے اور اس کے ماتحت جو کام مذہب کا اس سے کرانا ہو۔ وہ اس کو کریگا سوائے اس کام کے جس میں خدا کی طرف سے روک پیدا کر دی جائے۔ اسی غیرت کے ماتحت بڑے بڑے کام ہوئے ہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے جھوٹا نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ بھی کیا تھا اور حضور کی زندگی میں نصف ملک کا مطالبہ کیا تھا۔ اس وقت حضور کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ میں تو اس کو یہ بھی نہیں دُونگا جب حضور کی وفات ہوئی تو آپ کی وفات سے اس نے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ اس کی مسلمانوں سے جنگ ہوئی۔ بہت مسلمان مرے اور مسلمانوں کو فتح نہ ہوئی۔ اس وقت سوال پیدا ہُوا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اس وقت کئی آراء ہوئیں۔ لیکن غیرت سامنے آئی اور اس نے کہا کہ بیشک ہم کمزور ہیں اور تعداد میں بھی تھوڑے ہیں یہ سب کچھ ہے۔ مگر میں نہیں رہتی اگر تم پیچھے ہٹ گئے۔ وہ لوگ جو اپنے آپکو اسلام کیلئے بیچ چکے تھے اس جذبہ غیرت کے ماتحت انہوں نے کہا کہ جو کچھ بھی ہو تم ہمیں ہاتھ پیر باندھ کر قلعہ کے اندر ڈال دو۔ چنانچہ کتنے ہی آدمیوں کو اسی طرح قلعہ کے اندر ڈال دیا گیا۔ جن پر بہت سے کفار جھپٹ پڑے اور ان میں سے کتنے ہی آدمی مر گئے اور باقیوں نے جوش میں ان تمام کمندوں کو توڑ دیا اور مرنے مارنے قلعہ

کے دروازے میں پہنچ گئے اور اُسے کھولدیا جس سے مسلمانوں کا لشکر قلعہ کے اندر گھس آیا اور مسیلمہ مارا گیا اور تھوڑی دیر میں مسلمانوں کو کامل فتح حاصل ہوگئی۔ اب وہ کیا چیز تھی جس کی وجہ سے باوجود دشمن کے زیادہ اور قوی ہونے کے مسلمان کامیاب ہوئے۔ وہ غیرت تھی جس کے ماتحت اتنا بڑا کام ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذہبی حکومت قائم ہوگئی۔

غیرت کی مثال

اس زمانہ میں بھی ہمیں ایک نظیر ملتی ہے۔ یونان اور ترکوں کی ایک دفعہ جنگ ہوئی۔ یونانیوں کا گمان تھا کہ ہمیں بیرونی ممالک کی مدد سے ترکوں کے مقابلہ میں فتح حاصل ہوگی۔ یونانیوں کے پاس ایک قلعہ تھا جو ایک پہاڑی پر واقع تھا اور ایسے موقع پر تھا کہ وہاں سے اگر گولہ باری ہوتی تو تمام یونان کو جانے والے راستوں پر گولے پڑتے تھے۔ یورپ کی وہ حکومتیں جنہوں نے یونان کو انگیخت کیا تھا، ان کا خیال تھا کہ چھ مہینہ تک یہ قلعہ فتح نہیں ہوسکتا اور اتنے عرصہ میں روس وغیرہ حکومتوں کی طرف سے یونانیوں کے لئے کمک پہنچ جائیگی اور پھر ترکوں کا مارلینا کچھ بھی مشکل نہ ہوگا۔ ان لوگوں میں بھی مذہب کی ظاہری حالت کے لئے ایک غیرت تھی۔ ترکوں کا ایک مشہور جرنیل (جس کا نام غالباً ابراہیم پاشا تھا) ترکوں کی فوج کا افسر تھا۔ اس نے حکم دیا کہ یونان کی طرف بڑھو۔ جب لشکر بڑھا تو یونانیوں کی طرف سے اس شدت سے گولہ باری ہوئی کہ قدم اُٹھانا مشکل ہوگیا اور پہاڑی کی بلندی کی وجہ سے اس پر سیدھا چڑھنا مشکل تھا اور سپاہیوں نے درخواست کی کہ ہمیں بوٹ اُتارنے کی اجازت دی جائے مگر افسر نے اجازت نہ دی اور خود ان کے لئے نمونہ بن کر آگے بڑھا۔ اس گولیوں کے مینہ کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ تھوڑی ہی دُور چل کر گولی لگی اور جرنیل زخمی ہوکر گرا۔ اور اس کے گرتے ہی سپاہی اس کو اُٹھانے کے لئے آگے بڑھے۔ مگر اس نے انہیں کہا کہ تم کو خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ اور یہیں پڑا رہنے دو۔ اگر تم نے مجھے عزت کے ساتھ دفن کرنا ہے تو اس کا ایک ہی مقام ہے اور وہ اس قلعہ کی چھت ہے۔ پس یا تو مجھے اس جگہ دفن کرو ورنہ یہیں پڑا رہنے دو کہ چیلیں اور کُتے میرا گوشت نوچ کر کھا جاویں۔ چونکہ اس افسر کا تعلق فوج سے بہت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اس کی یہ بات ایک چنگاری بن گئی۔ جس نے سپاہ کی غیرت کو بارود کی طرح آگ لگادی۔ اور اب ان کے سامنے سوائے اس قلعہ کی فتح کے اور کوئی مقصد نہ رہا۔ اور وہ لوگ ایک منٹ میں کچھ کے کچھ بن گئے اور چیخیں مارتے ہوئے اسی آگ کی بارش میں قلعہ کی طرف بڑھے اور اس طرح قلعہ کے اوپر چڑھ گئے۔ لکھا ہے کہ ان کے ہاتھوں کے پپوٹے اور ناخن تمام پتھروں سے رگڑ کر اُڑ گئے۔ مگر اس

کا نتیجہ یہ ہؤا کہ وہ قلعہ فتح ہوگیا اور ترکوں کا وہاں جھنڈا گڑ گیا اور اس پاشا کو وہاں دفن کیا گیا پس جب غیرت آتی ہے تو کوئی بات انہونی نہیں رہتی۔

ہماری جماعت کی غیرت

ہماری جماعت جو احمدی جماعت ہے اس کو مذہب کے لئے غیرت دی گئی ہے۔ لوگوں کو تجارت کے لئے غیرت ہے زراعت کے لئے غیرت ہے۔ بہت لوگوں کو ملک کے لئے غیرت ہے۔ مگر جو خدا کی جماعتیں ہوتی ہیں انہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے لئے غیرت ہوتی ہے۔ ملک جاتے ہیں تو جائیں، حکومتیں مٹتی ہیں تو مٹیں، زراعتیں برباد ہوتی ہیں تو ہوں، تجارتیں تباہ ہوتی ہیں تو ہوں، زمینیں چھنتی ہیں تو چھن جائیں اور اگر ظالموں کی طرف سے ننگ و ناموس پر حملہ ہو اور وہ جائے تو چلی جائے مگر وہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مٹ جائے۔ اس کی حفاظت کے لئے وہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر وطنوں سے بے وطن ہونا پڑے تو کچھ پرواہ نہیں۔ اگر مال چھنتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ عہدے اور امارتیں لی جائیں تو کچھ حرج نہیں۔ وہ ان سب چیزوں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوتی ہیں۔ اگر نہیں چھوڑتیں اور نہ چھوڑنے کے لئے تیار ہوتی ہیں تو وہ ایک ہی چیز ہے یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عرب کے نمائندے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آپ کو دولت کی تمنا ہے تو عرب کی آدھی دولت حاضر کرتے ہیں۔ اگر عورت چاہتے ہیں تو جو عورت پسند ہو وہ پیش کرتے ہیں۔ اگر حکومت چاہتے ہیں تو ہم بادشاہ ماننے کو تیار ہیں۔ مگر آپ ہمارے معبودوں کو بُرا کہنا چھوڑ دیں۔ گویا کہ وہ بُتوں کی غیرت کے لئے ننگ و ناموس بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں اگر سورج کو میرے دائیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر لاکر رکھ دو تو بھی میں شرک کے خلاف وعظ کہنے سے باز نہ رہوں گا (سیرت ابن ہشام عربی جلد اصفحہ ۲۸۵ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء) دونوں نے غیرت دکھائی۔ مگر سچی غیرت غالب آئی۔ وہی سچی غیرت جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے لئے دکھائی گئی۔

سب سے بڑی غیرت

تو سب غیرتوں میں سے بڑی غیرت مذہب کی ہوتی ہے اور باطل مذاہب والے بھی اپنے مذاہب کے لئے غیرت دکھاتے ہیں۔ یورپ کے عیسائیوں میں یوروشلم کو مسلمانوں کے قبضہ میں دیکھ کر غیرت پیدا ہوئی۔ کئی سو سال تک لاکھوں کی تعداد میں وہ یورپ سے یروشلم کے فتح کرنے کے لئے آئے۔ آخر اسی غیرت کے ماتحت انہوں نے ایک بچوں کی فوج تیار کی۔ کیونکہ انجیل میں انہوں نے پڑھا تھا کہ خدا کی بادشاہت

ہیں بچے داخل ہوتے ہیں۔ اس سے انھوں نے قیاس کیا کہ ممکن ہے کہ ہماری متواتر شکستوں کا باعث ہمارے گناہ ہوں۔ اس لئے مناسب ہے کہ ایک بچوں کا لشکر تیار کریں۔ چنانچہ وہ لشکر تیار ہؤا جس میں دس دس برس تک کے بچے شامل کئے گئے انھوں نے کام تو کیا کرنا تھا، رستہ میں ہی مر گئے۔ مگر اس سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں بھی اپنے مذہب کی کہاں تک غیرت تھی یہ غیرت انھوں نے اس لئے دکھائی کہ وہ یوروشلم کو مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ تو بہت دفعہ غیرت باطل کے لئے بھی جوش میں آتی ہے۔ مگر جو غیرت حق کے لئے ہوتی ہے وہ تمام روکوں اور بطالتوں کو خس و خاشاک کی طرح دُور کرتی بلکہ سمندروں کو چیرتی اور پہاڑوں کو رستہ سے دُور کر دیتی ہے۔ اسی غیرت حقہ کے ماتحت سچے لوگ صداقت کے جھنڈے لیکر دوڑتے ہیں کہ ہمارے سچے خدا کے مقابلہ میں جھوٹے خداؤں کی کیوں پرستش ہوتی ہے۔

ہماری جماعت کی غیرت کا ثبوت

ہماری جماعت نے اسی غیرت کے ماتحت خدا کے فضل سے کام کیا ہے اور بڑا کام کیا ہے ہماری جماعت کوئی مالدار جماعت نہیں لیکن جو کچھ خدا کے فضل سے خدا کے سچے دین اسلام کے لئے ان غریبوں نے کیا ہے وہ مسلمانوں کی مالدار جماعتیں بھی نہیں کر سکیں۔ افریقہ کے مغربی اور مشرقی کنارے میں اس کی آواز پہنچی۔ سیلون اور ماریشس میں اس کی ندا پہنچی۔ امریکہ میں یہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ لندن میں ان کا مشن قائم ہے۔ یہ تمام کام ہماری حیثیت کے نہیں بلکہ اس غیرت کے ہیں جو خدا نے ہمارے سینوں میں سچے مذہب کی خدمت کے لئے پیدا کی ہے۔ پس ان کاموں کو مذہبی غیرت ہی آگے لئے جا رہی ہے۔ یہ غیرت ہی کا جذبہ ہے جو ان تمام باروں اور تمام دقتوں کو محسوس نہیں ہونے دیتا۔ یہ خدا کا فضل ہے اور یہ خدا ہی کا کام ہے کہ وہ ہم سے یہ کام لے رہا ہے۔ ورنہ کجا وہ مقامات جو شرک کا مرکز ہیں اور کجا خدا کے فضل سے وہاں سینکڑوں لوگ اسلام کو قبول کر رہے ہیں۔ یہاں ہمارے مبلغ جہاں جاتے ہیں تو سال میں دو چار کسی ایک جگہ سے لوگ سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ مگر وہاں ہر ہفتہ میں خدا کے فضل سے لوگ اسلام قبول کرتے ہیں۔ پس یہ جو کچھ ہے خدا ہی کے فضل سے ہے۔ خدا نے وہاں کے لئے تمہاری غیرت کو دیکھا۔ اس لئے نمایاں بدلے دیئے۔

گورنمنٹ انگریزی اور ہم

انگلستان کُفر کا مرکز ہے۔ ہر ایک احمدی جو ہندوستان میں ہے۔ وہ گورنمنٹ انگریزی کا وفادار اور اگر وقت پڑے تو اس

کے لئے جان دینے کو تیار ہے۔کم از کم مَیں تو اپنے اندر یہ شرح صدر پاتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ کے لئے مجھے جان دینا پڑے تو میں خوشی سے دوں۔مگر باوجود اس کے ہم ان کے مذہب کے دشمن ہیں نادان ہمیں کہتے ہیں کہ ہم خوشامدی ہیں۔مگر ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہم سے بڑھ کر دُنیا میں عیسائیت کا کوئی دشمن نہیں۔مَیں نے ایک دفعہ وائسرائے کو لکھا تھا کہ ہماری حالت اور دوسروں کی حالت میں فرق ہے۔ان کو آپ کے مذہب سے عناد نہیں۔اگر وہ وفادار ہوں تو ہو سکتے ہیں۔ہم لوگ عیسائی مذہب کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔مگر باوجود اس کے برٹش گورنمنٹ کے سب سے زیادہ وفادار ہیں۔جس کا ثبوت ہر دفعہ اور ہمیشہ انشاء اللہ ملے گا۔پس ہماری وفاداری دوسروں سے زیادہ قیمتی ہے۔تو حقیقت یہ ہے کہ مذہبی حیثیت میں دُنیا میں عیسائیت اور احمدیت جمع نہیں ہو سکتے جب تک دنیا میں ایک بھی عیسائی ہے یا غیر مذہب کا انسان ہے کوئی سچا احمدی تبلیغ کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔

عیسائیت کے سب سے بڑے مرکز پر ہمارا حملہ

یورپ کی تمام اقوام میں سے انگلستان کے لوگوں کو مذہب کا بہت خیال ہے۔دنیا میں جس قدر عیسائی مذہب انگلستان کے ذریعہ پھیلا ہے اس کے مقابلہ میں دوسرے ممالک کے ذریعہ بہت کم عیسائیت کی تبلیغ ہوئی ہے۔امریکہ کی آبادی بھی آدھی سے زیادہ انگریز ہے چین، جاپان اور افریقہ وغیرہ ملکوں میں کروڑوں اور ہندوستان میں لاکھوں لوگ انگریزوں کے ذریعہ عیسائیت میں داخل ہوئے ہیں۔پس انگلستان جو عیسائیت کا گڑھ ہے۔اس پر ہم نے حملہ کیا ہے۔یعنی ہمارے مبلغ وہاں پہنچے ہیں۔ہمارے حملے لوہے کی تلوار سے نہیں بلکہ دلائل کی تلوار سے ہیں۔وہ ہمارے مذہبی مخالفوں کا قلعہ ہے۔وہاں ہم نے سپاہی بھیجے ہیں۔ان کے لئے سامان کی ضرورت ہے۔سامان میں سب سے پہلے قلعہ کے مقابلہ میں قلعہ ہی ہونا چاہئے۔یہ قاعدہ ہے کہ مورچہ کے مقابلہ میں جب تک مورچہ نہ ہو تو کامیاب مقابلہ نہیں ہو سکتا۔جو فوج میدان میں ہو وہ مورچہ بند فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔اس بات کو مدِّ نظر رکھ کر ہمارے مبلغوں نے وہاں مسجد بنانے کی تحریک بارہا کی ہے اور مذہب کا قلعہ مسجد ہی ہوتی ہے۔جس کے مناروں سے پانچ وقت اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ اہلِ باطل پر گولے پھینکے جاتے ہیں۔

ہماری جماعت کی غیرت کا ثبوت

پس ہمارے مبلغوں نے مسجد کے لئے اصرار کیا ہے جب سپاہی وہاں موجود ہیں اور ہم وہاں فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں تو

فتح کے لئے سامانوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ان سامانوں میں سے سب سے بڑا سامان ایک مسجد کا ہوتا ہے۔ خدا نے اس وقت ہمارے لئے بہت آسانی پیدا کر دی ہے۔ یعنی صرّافی کے تغیرات کے ماتحت اگر ہم دس روپیہ یہاں دیں تو وہاں پندرہ روپیہ کا پونڈ ہمیں مل جاتا ہے اور خدا تعالیٰ نے میرے دل میں بڑے زور سے تحریک کی ہے کہ اس کام کو شروع کیا جاوے۔ اور یہ تحریک عجیب طرح ہوئی ہے۔ کل جب میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے آیا تو مجھے خیال ہؤا کہ پانچ سات ہزار روپیہ جمع کر کے ولایت بھیجدیا جاوے کہ احمدیہ مسجد کا انتظام ہو۔ مگر جب ظہر کے بعد مَیں ان دوستوں کو جو مسجد میں موجود تھے، یہ تجویز سنانے لگا تو بجائے پانچ سات ہزار کے میرے منہ سے نکلا کہ پندرہ ہزار کی تحریک کی جائے اور قرض کے طور پر جماعت سے لیکر یہ روپیہ بھیجدیا جائے۔ پھر آہستہ آہستہ ادا ہو جائے گا۔ اس وقت چند دوست مسجد میں تھے۔ اسی وقت چندہ شروع ہو گیا اور چھ سو روپیہ اُسی وقت ہو گیا۔ گھر جا کر جب مَیں نے والدہ اور اپنی بیبیوں سے ذکر کیا تو دو سو وہاں ہؤا۔ پھر جب مَیں مضمون لکھنے لگا تو بجائے پندرہ کے تیس ہزار لکھا گیا پہلے خیال تھا کہ قرض لیا جائے لیکن جب مَیں مضمون لکھ چکا تو دیکھا کہ مضمون تو مکمل ہو گیا ہے اس میں آگے لکھنے کی گنجائش نہیں۔ لیکن اس میں قرض کی بات رہ گئی ہے۔ مَیں نے ہر چند چاہا کہ کہیں اس کو داخل کروں مگر اس کے درج کرنے کی کوئی جگہ نہ ملتی تھی۔ اس سے معلوم ہؤا کہ یہ خدا ہی کا تصرف ہے۔ کل شام کے وقت کچھ دوست مسجد مبارک میں جمع ہوئے، وہاں تحریک کی اور آج عورتوں میں تحریک کی تو مجھے بتلایا گیا کہ آٹھ ہزار کے وعدے ہو چکے ہیں جس میں سے بہت سی رقم وصول بھی ہو چکی ہے۔ اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان سے ایک معقول رقم وصول ہو گی اور اب آپ صاحبوں کو اسی کے لئے جمع کیا گیا ہے جب یہ تحریک باہر جائیگی تو انشاء اللہ وہاں بھی جلد یہ تحریک کامیاب ہو گی۔

ہندوستان اور ولایت کے اخراجات کی نسبت ممکن ہے کہ بعض کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ تیس ہزار روپیہ کی لاگت سے وہاں جو عمارت بنے گی وہ بہت عظیم الشان ہو گی اور یہ ہماری موجودہ حالت کے لحاظ سے ایک اسراف ہے، تو اس کے متعلق یاد رکھو کہ انگلستان کا ملک ہمارے ملک کی طرح نہیں۔ اگر یہاں ایک روپیہ میں ایک چیز ملتی ہے تو وہاں وہی چیز پندرہ روپیہ کی ہے۔ اسی نسبت سے وہاں مزدوری کی گرانی ہے۔ کیونکہ ایک روٹی آٹھ آنے میں آتی ہے اور ایک انڈا چھ آنہ میں ملتا ہے۔ پس جبتک

مزدور ایک معقول رقم نہ لے اس کا کیسے گزارہ ہو سکتا ہے۔اس بات کو مدِ نظر رکھ کر دیکھو۔ یہ ہمارے تیس ہزار جن کا پچاس ہزار بنتا ہے، اس سے جو عمارت بنے گی وہ وہاں کے لحاظ سے ایک نہایت چھوٹی سی مسجد ہوگی۔اگر یہاں اس لاگت کی مسجد بنائی جائے تو موجودہ حالت میں یقیناً اسراف ہوگا مگر ولایت میں اسراف نہیں پس چونکہ وہاں مسجد بنے گی، اس لئے وہاں کے متعلق ہی اندازہ ہوگا۔ اس مسجد (مسجد اقصیٰ) کے برابر کی مسجد اگر یہاں بنائیں تو سات آٹھ ہزار روپیہ میں بن سکتی ہے لیکن اگر اتنی بڑی مسجد وہاں بنائیں تو ڈیڑھ دو لاکھ میں تیار ہو سکتی ہے۔ یہ مسجد جس کیلئے چندہ جمع کیا جا رہا ہے تین چار مرلے کی ہوگی اور چھوٹا سا صحن ہوگا۔اس میں معمولی گذارہ کے لائق عمارت ہوگی اور نیز یہ مسجد لندن میں نہیں ہوگی بلکہ لندن سے کسی قدر فاصلہ پر ہوگی۔

مسجد نہ ہونے کے نقصان

علاوہ ازیں جب مسجد بن جائیگی تو وہ اپنا مکان ہوگا جس کو روز بدلنے کی ضرورت نہ پڑیگی اور مکان بدلنے کا وہاں بڑا اثر پڑتا ہے۔تین برس چودھری صاحب☆ وہاں رہے، ان کو ہمیشہ مکان بدلنے پڑتے تھے جس کا اثر ان کی تبلیغ پر بہت پڑا۔مکان تبدیل کرنے کے متعلق یہ نہ خیال کرو جیسے یہاں تشحیذ کے دفتر تک چلے گئے۔بلکہ لندن ایک سو میل لمبا شہر ہے ایسا سمجھو جیسا یہاں سے گجرات۔اب لندن میں مکان بدلنے کے یہ معنے ہیں کہ جیسے یہاں سے ایک مولوی گجرات چلا جائے۔یا گجرات والوں کو کہا جائے کہ مت گھبراؤ مولوی تمہارے پاس ہیں۔یعنی قادیان میں ہیں۔جس طرح قادیان میں مولوی ہونے سے گجرات والوں کو تسلی نہیں، اسی طرح لندن کی حالت ہے۔ایک جگہ اگر ایک شخص رہتا ہے تو وہاں لوگوں پر اثر پڑتا ہے اور پھر وہ جگہ چھوڑ دینی پڑی تو دوسری جگہ جانے سے اس جگہ کے لوگوں پر سے تمام اثر زائل ہوگیا۔پھر مکان اپنا نہ ہونے کے باعث متعصب لوگوں سے بہت نقصان پہنچتا ہے۔مثلاً ایک جگہ چودھری صاحب رہتے تھے، جنگ شروع تھی، ایک نومسلم شخص جس کا نام جرمن زبان میں تھا آیا۔ صاحب مکان نے کہا کہ یا تو اس کو نکالو یا میرا مکان خالی کر دو۔ چودھری صاحب نے کہا کہ میں کیسے ایک شخص کو روک سکتا ہوں۔جبکہ میں آیا ہی اس غرض سے ہوں کہ لوگوں کو بلاؤں اور تبلیغ کروں۔غرض ایک تو مکان بدلنے سے وہ دلچسپی لوگوں میں پیدا نہیں ہو سکتی یا قائم نہیں رہ سکتی جو پیدا ہوگئی ہو۔ دوسرے متعصب آدمی چھوٹی چھوٹی باتوں پر مکان خالی کرانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور وہ لوگ سو سو میل کا چکر کاٹ کر جیسے یہاں سے گجرات یا گوجرانوالہ یا فیروزپور، نہ روز ملنے کے لئے مبلغ کے پاس آسکتے ہیں نہ مبلغ ان کے پاس جا سکتا

☆ چوہدری فتح محمد صاحب سیال

ہے۔غرض اس سے تبلیغ کے کام میں بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔اسی سے قیاس کر لو کہ جب سے مکان چار پانچ سال کیلئے کرایہ پر لیا گیا ہے، ہمارے کام میں جلد جلد ترقی ہو رہی ہے۔پہلے دو تین سال میں گیارہ شخص مسلمان ہوئے تھے اور اب سو سے بھی زیادہ ہیں۔مگر ایک سال کے بعد مکان خالی کرنا پڑیگا اور نیا انتظام کیا جائیگا۔جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یک لخت یہ ترقی رُک جائیگی بعض کہیں گے کہ اب جو مبلغ گئے ہیں وہ ٹھیک نہیں۔لیکن یہ اس مکان کے ردّو بدل کا نتیجہ ہوگا۔

اس کے علاوہ مسجد کے نہ ہونے کا ایک اور بھی اثر ہے کہ جن لوگوں کو تبلیغ کی جاتی ہے۔ان میں سے بعض مسلمان ہونے کو تیار ہوتے ہیں۔مگر جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کا مکان بھی نہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کوئی جماعت نہیں۔پھر وہ ضائع ہو جاتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب وہ اپنے لوگوں سے علیحدہ ہوتے ہیں تو ان کو نئی سوسائٹی کی ضرورت ہوتی ہے۔مگر وہ ان کو سوسائٹی خیال نہیں کر سکتے۔جبکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ چند دن کے مہمان ہیں۔لیکن جب وہ مکان دیکھیں گے تو یقین کرینگے کہ یہ ایک سوسائٹی ہے۔

ہماری جماعت کا جوش

پس ان حالات کے ماتحت مسجد کا ہونا ضروری ہے۔اس بات کو خوب یاد رکھو کہ وہ جگہ کفر و ضلالت کا قلعہ ہے۔جس طرح یونان کے قلعہ کے فتح کرنے کے لئے ترکوں نے جوش دکھایا۔اس سے کہیں بڑھ کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے قلعہ کے قیام کے لئے تم جوش و خروش دکھاؤ۔سو ہماری جماعت میں اس جوش کی خدا کے فضل سے کمی نہیں۔قادیان کے وہ احباب جنہوں نے ابھی اس میں کوئی حصہ نہیں دیا وہ بھی دیں۔یا جو اپنے چندے میں کچھ بڑھا سکتے ہیں بڑھا کر اس کسر کو پورا کر دینگے۔مَیں خیال کرتا ہوں کہ اگر یہی جوش جو یہاں کے احباب میں ہے باہر اسی شان سے قائم رہا تو یہ رقم بہت جلد پوری ہو جائیگی۔یہاں تو بچوں میں اتنا جوش ہے جس کی حد نہیں۔ایک بچہ نے جو کسی امیر کا لڑکا نہیں بلکہ ہاتھ سے محنت کرنے والے مزدور کا لڑکا ہے،اس نے ساڑھے تیرہ روپے مجھے دیئے اور بتایا کہ میرے والد جو پیسے مجھے خرچ کے لئے دیتے رہے ہیں وہ مَیں جمع کرتا رہا ہوں جس کی مجموعی رقم یہ ہے جو مَیں مسجد کے لئے دیتا ہوں۔خدا جانے اس کے دل میں کیا کیا جوش ہوں گے اور اس روپیہ سے کیا کیا کام لینے چاہتا ہوگا۔لیکن اس نے اپنے اس مقصد پر جو تین چار سال سے اس کے ذہن میں تھا اور جس کے لئے وہ پیسہ پیسہ جمع کر رہا تھا چھُری پھیر دی۔یہ ایک اعلیٰ درجہ کے جوش اور ہمت کی بات ہے۔

پھر میں دیکھتا ہوں کہ بظاہر اپنی ہمت سے بڑھ کر لوگ حصہ لے رہے ہیں اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں کام کرنے والی روح موجود ہے۔ ان کے لئے دوہرا ثواب ہوگا۔ ایک تو یہ جتنا زیادہ دینگے اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ ثواب دیگا، دوسرے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ؎ کہ لوگوں کو نیکی کی طرف دلالت کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا نیکی کرنے والے کو۔ جو لوگ اس جماعت کے چندہ کی مقدار کو سن کر زیادہ چندہ دینگے اس کے زیادہ چندہ دینے کے عوض میں اللہ تعالیٰ قادیان والوں کو بھی ثواب دیگا کیونکہ انہوں نے اس کام میں ابتداء بھی کی ہے اور جو دے رہے ہیں میں جانتا ہوں کہ بہت حد تک اپنے نفسوں کو قربان کرکے دے رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جماعت کے اخلاص کا خدا کے فضل سے مقام بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اس کے اخلاص اور حوصلہ میں وسعت دی اگر اس جماعت کے سوا دوسرے لوگوں کے اُمراء کا بھی مجمع ہوتا تو مشکل سے ایسے کام کے لئے اسقدر چندہ جمع ہوتا۔ مگر یہاں تو نہ صرف مردوں نے ہمت دکھلائی بلکہ عورتوں نے بھی ہمت دکھلائی۔ آج صبح وہ جمع ہوئیں۔ ان کا چندہ بھی دو ہزار سے اوپر جمع ہوگیا ہے۔ بہت نے اپنے زیور اُتار اُتار کر دیدیئے۔

جب مَیں مضمون لکھنے لگا اور اس میں تیس ہزار چندہ لکھا گیا تو مَیں نے چاہا کہ اپنی جماعت کے اُمراء کو توجہ دلاؤں۔ چنانچہ مَیں نے اس میں لکھا کہ غیر احمدی اُمراء مساجد کی تعمیر پر بڑی بڑی رقوم خرچ کر دیتے ہیں۔ کیا آپ اتنا چندہ نہ کرینگے، بلکہ آپ ان سے بڑھ کر چندہ دینگے۔ مگر ایک خدائی تصرف نے مجھ سے یہ فقرہ بھی لکھوا دیا کہ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ آپ کے غرباء احمدی بھائی آپ کو اس امر میں بھی شکست دینے کی کوشش کرینگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہی کو یہ منظور ہے کہ اس تحریک میں زیادہ غرباء حصہ لیں اور قادیان کے غرباء نے جو نمونہ دکھلایا وہ بہت اعلیٰ ہے۔ کیونکہ یہاں غرباء نسبتاً زیادہ ہیں ان کی آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہیں۔ پھر بھی باوجود اس کے انہوں نے چندے زیادہ دیئے ہیں۔ ان کی عورتوں اور ان کے بچوں نے زور سے چندہ دیا ہے۔ مَیں نے جب یہ نظارہ دیکھا کہ عورتیں اپنے زیور اُتار اُتار کر دے رہی ہیں اور بچے پیسہ دو پیسہ یا اس سے بڑی رقم لے کر دوڑے چلے آرہے ہیں اور اسی طرح مردوں کا حال ہے۔

؎ ترمذی ابواب العلم باب ماجاء ان الدال علی الخیر کفاعلہ

ایک عجیب نظارہ

تو اس بات کا خیال کرتے ہوئے ایک خاص بات میرے دل میں آئی اور معاً ایک نظارہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ خدا کے فضل سے مجھے اس قسم کی طبیعت ملی ہے کہ میں اپنے جذبات کو روک سکتا ہوں۔ مگر اس بات کو دیکھ کر میں بے بس ہو گیا۔ اسی خوشی کے موقع پر مجھے حضرت عائشہؓ کا ایک واقعہ یاد آگیا۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ میدے کی روٹی حضرت عائشہؓ کے سامنے آئی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب پوچھا گیا کہ آپ کیوں روتی ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جَو کی روٹی کھاتے تھے اور چکیاں اور چھلنیاں اس وقت نہ تھیں۔ جَو کی روٹی بے چھنے آٹے کی ہم پکا کر آپ کے سامنے رکھ دیتے اور آپ کھا لیتے۔[1] اب اس میدہ کی روٹی کو دیکھ کر اور اس حالت کو یاد کر کے یہ میرے گلے میں پھنستی ہے۔ مجھے بھی یہ نظارہ دیکھ کر ایک بڑا نظارہ یاد آگیا۔ وہ وقت جب منارہ کے بنانے کا سوال درپیش تھا۔ اس پر میری نظر آج سے بیس سال پیچھے جا پڑی۔ چھوٹی مسجد جس میں اس وقت چند آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ وہاں حضرت صاحب بیٹھے تھے۔ منارہ کے بنانے کی تجویز درپیش تھی اور دس ہزار کا حضرت صاحب نے تخمینہ لگایا تھا تاکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشگوئی کی تھی وہ اپنے ظاہری لفظوں کے لحاظ سے بھی پوری کر دی جائے۔ اب سوال یہ تھا کہ دس ہزار روپیہ کہاں سے آئے کیونکہ اس وقت جماعت کی حالت زیادہ کمزور تھی۔ اس کے لئے دس ہزار کو سو سو روپیہ کے حصوں پر تقسیم کیا گیا اور اس فہرست کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ایسے لوگوں پر بھی سو روپیہ لگایا گیا جن کی حیثیت سو روپیہ ادا کرنے کی نہ تھی اور اس وقت گویا دس ہزار روپیہ کا جمع کرنا ایک امر محال تھا۔ اس وقت بعض لوگوں نے اپنی حالت اور حیثیت سے بڑھ کر چندہ دیا۔ چنانچہ منشی شادی خان صاحب پر بھی سو روپیہ غالباً لگا تھا۔ انہوں نے اپنا تمام گھر کا سامان بیچ کر تین سو روپیہ پیش کر دیا اس پر حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا کہ شادی خان صاحب سیالکوٹ نے بھی وہی نمونہ دکھایا ہے جو حضرت ابوبکرؓ نے دکھایا تھا کہ سوائے خدا کے اپنے گھر میں کچھ نہیں چھوڑا۔ جب میاں شادی خان نے یہ سنا تو گھر میں جو چارپائیاں موجود تھیں ان کو بھی فروخت کر ڈالا اور ان کی رقم بھی حضرت صاحب کے حضور پیش کر دی۔ مگر باوجود اتنی کوششوں کے یہ روپیہ پورا نہ ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ اس کام کے لئے سیالکوٹ سے حضرت صاحب نے میر حسام الدین صاحب کو جو میر حامد شاہ صاحب کے والد تھے بلایا۔ کیونکہ ان کو عمارت کا مذاق تھا۔ جو حصہ تیار کیا گیا، اس پر اتنا خرچ آگیا کہ خیال تھا کہ

[1] ترمذی ابواب الزھد باب ما جاء فی معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اھلہ

جمع شدہ روپیہ سے صرف بنیادوں سے اُوپر تک شاید عمارت بلند ہو سکے۔ اب خیال ہؤا کہ کیا کیا جائے۔ حضرت صاحب فرماتے تھے اسی روپیہ میں کام کرو۔ میر صاحب بلند آواز کے آدمی تھے اور حضرت صاحب کے بچپن کے دوست تھے۔ بعض اوقات حضرت صاحب سے لڑ بھی پڑتے تھے انہوں نے کہا کہ حضرت! آپ مجھ سے وہ کام کرانا چاہتے ہیں جو ممکن نہیں، اس روپیہ میں کچھ نہیں ہو سکتا حضرت صاحب نے فرمایا اچھا میر صاحب آپ بتلائیں کہ آپ کے اندازہ میں کتنا روپیہ درکار ہوگا انہوں نے کہا کہ پچیس ہزار۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا میر صاحب آپ کے اتنے بڑے اندازہ کے تو یہ معنے ہوئے کہ کام کو روک دیا جائے۔ اس وقت بہت سے لوگ ہونگے جو خیال کرتے ہونگے کہ اگر ہم ہوتے تو پچیس ہزار کیا بات تھی، فوراً مہیا کر دیا جاتا۔ مگر جب تو یہ حالت تھی کہ پچیس ہزار کا نام سُن کر کہدیا جاتا تھا کہ کام کو روک دینا چاہئے۔ یا اب تیس ہزار کہا جاتا ہے اور ایک مہینہ کے اندر جمع کرانے کا خیال ہے اور جس طرح قادیان میں چندہ ہؤا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینہ کے اندر اندر یہ روپیہ جمع ہو جائیگا اور اُمید ہے کہ اس رقم کو گورداسپور، امرتسر، لاہور کے تینوں اضلاع ہی پورا کر دینگے اور باقی اضلاع کے لوگ یہی کہیں گے کہ ایک تحریک ہوئی تھی جو لاہور ہی پہنچ کر ختم ہو گئی۔

حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا نشان

یہ اصل میں لوگوں کے لئے ایک نشان ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے کیا نشان دکھایا۔ کیا یہ نشان نہیں کہ ایک غرباء کی جماعت دین کے لئے اس طرح قربانیاں کرتی ہے۔ عیسائی مؤرخ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سامان فتح مہیا تھے۔ روم کی سلطنت مٹ رہی تھی۔ ایران کمزور تھا، مسلمان جوش سے اُٹھے انہیں فتح حاصل ہو گئی۔ اسی طرح لوگ اب تو ہم پر ہنستے ہیں۔ مگر جب دو تین سو سال کے بعد احمدیت پھیل جائیگی تو لوگ کہدینگے کہ پہلے مذاہب بے جان ہو گئے تھے۔ احمدیت میں جان تھی۔ احمدی جوش سے اُٹھے اور انہوں نے غلبہ پالیا۔ آج ہنسی کے طور پر پوچھا جاتا ہے کیوں جی! کتنی حکومتیں احمدی مسلمان ہو گئیں، لیکن جب حکومتوں کو خدا تعالیٰ مسلمان کر دیگا تو کہیں گے کہ تم لوگ جوش سے اُٹھے اور دُنیا کو شکار کر لیا۔

جیسی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ابتدائی حالت تھی ویسی ہی بعینہٖ ہماری آج سے بیس سال قبل تھی اور اَب بھی قریباً ویسی ہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زمانہ کی نسبت فرانس کا ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ایک بات عجیب تھی۔ لوگ کہتے ہیں وہ جھوٹا تھا مگر

میں کہتا ہوں کہ وہ کیسے جھوٹا ہوسکتا ہے۔ اس کو جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کو غلطی لگی تھی۔ وہ لکھتا ہے کہ مَیں اس نظارہ کو دل میں لاکر حیران ہو جاتا ہوں کہ آج سے تیرہ سَو[۱۳۰۰] سال پہلے ایک چھوٹی سی مسجد میں جس پر کھجور کی ٹہنیوں کی چھت پڑی تھی جو بارش کے وقت ٹپکنے لگ جاتی تھی اور نمازیوں کو کیچڑ میں نماز ادا کرنی پڑتی تھی اس میں بیٹھ کر کچھ لوگ جن کو تن ڈھانکنے کے لئے کپڑا بھی میسر نہیں تھا یہ باتیں کرتے تھے کہ ہم دُنیا پر غالب آجاوینگے اور جو دین ہم پھیلانا چاہتے ہیں اس کو پھیلا دینگے اور پھر باوجود اس بے بضاعتی کے وہ اپنی بات کو پورا کر کے دکھا دیتے ہیں۔ یہ ایک معمولی بات نہیں بلکہ غیر معمولی ہے۔ اس بات کو سوچنا چاہئے۔

یہی حال ہمارا ہے۔ ایک طرف غور کرو یورپ میں پیس (PEACE) کانفرنس بیٹھی ہے اس میں مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان اور دوسری بڑی سلطنتوں کے وزراء اور نمائندے تجویز کرتے ہیں کہ دنیا میں امن کس طرح قائم ہوسکتا ہے ایک ہماری یہ جماعت ہے جو شرک کے مقامات میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے اور دیگر مذاہب کے پیروؤں کے دلوں کو دلائل سے فتح کرنے اور اس طرح امن قائم کرنے کے لئے مشورہ کرنے کے لئے بیٹھی ہے۔ وہاں اگر وزراء سلطنت ہیں تو یہاں غرباء ہیں جن میں سے بہت کی وہی حالت ہے جو اس وقت صحابہ کی حالت تھی۔ پس یہ لوگ جو یہاں نظر آتے ہیں۔ ان کا خیال ہے نہ صرف خیال بلکہ یقین اور ایمان ہے کہ ایک ایک اینٹ جو ان کی طرف سے لنڈن میں مسجد کی رکھی جائیگی وہ گویا ترقی اسلام کی بنیاد کی اینٹ ہوگی۔ اس وقت دنیاوی طور پر خواہ کیسے ہی وسیع دماغ کا آدمی ہو وہ اس بات کو سمجھ نہیں سکتا کہ یہ لوگ بھی کچھ کر سکتے ہیں اور یہ سچ ہے کہ یہ لوگ کچھ نہیں کر سکتے۔ مگر خدا ان سے بہت کچھ کرا سکتا ہے۔

اُمید ہے کہ اب چندوں کی مقدار آمد بہت بڑھ جائیگی۔ اس لئے اندیشہ ہے کہ جلد وہ وقت نہ آجائے جسکے متعلق رسول کریمؐ نے فرمایا کہ احد کے برابر سونا ابتداء کے ایک درہم کے برابر ہوگا لیکن ابھی وقت ہے خوب ثواب کمایا جا سکتا ہے خصوصاً قادیان والوں کیلئے۔ اس لئے مَیں نے آپ لوگوں کو جمع کیا ہے اور وہ تمام ضروریات بتادی ہیں جو وہاں مسجد بنانے کی داعی ہیں۔ مَیں تحریک کرتا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے چندہ کی مقدار کو جو انہوں نے پہلے لکھایا ہو بڑھا سکتے ہیں بڑھا دیں۔ جنہوں نے نہیں لکھوایا وہ لکھوا دیں تاکہ کل وہ اشتہار جو باہر کیلئے شائع ہونیوالا ہے اس میں لکھدیا جائے کہ قادیان کی جماعت نے مطلوبہ تیس ہزار میں سے کسقدر روپیہ فراہم کر دیا ہے۔

◎